

tsurdu.blogspot.com

خوشاد عادل

itsurdu.blogspot.com



MAHMOOD

itsurdu.blogspot.com

بے زبان

tsurdu.blogspot.com

بے زبان

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

آسمان سے چھما چھم بارش ہو رہی تھی۔ اندھیرے میں ڈوبا ہوا قصبہ نسیم نگر بارش کے پانی سے جل تھل ہو گیا تھا۔ قصبے کے لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے تھے۔ سردی بہت شدید تھی۔ ایسے وقت میں قصبے کی چھوٹی اور کچی کچی سڑکیں بالکل ویران نظر آ رہی تھیں۔ سارے ہوٹل اور دکانیں بھی بند تھیں۔ کتے بھی محفوظ کونوں میں دبکے ہوئے تھے تاکہ بارش اور سردی سے بچ سکیں۔ کبھی کبھی آسمان پر بادلوں کی گڑگڑاہٹ اتنی تیز ہوتی کہ لوگوں کے دل دہل جاتے۔ بچے اپنی ماؤں کی گودوں میں چھپ جاتے۔ کبھی بجلی اتنی تیز چمکتی کہ سارا علاقہ روشن ہو جاتا اور پھر اچانک ہی اندھیرا ہو جاتا تھا۔

”ماں! بابا ابھی تک نہیں آئے؟“ لحاف میں دبک کر بیٹھے ہوئے انور نے ماں سے سوال کیا۔ ”ماں! بابا کب آئیں گے؟ اتنی دیر ہو گئی، پہلے تو اتنی دیر میں نہیں آتے تھے، بتاؤ نا ماں؟“

”آجائیں گے بیٹا!“ اس کی ماں نے اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے کہا۔ ”چل اب تو آرام سے سو جا، ورنہ تیرے بابا ڈانٹیں گے کہ تُو اب تک نہیں سویا۔ سو جا میرے چاند!“

”ماں! میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“ تیرہ سالہ انور نے لحاف کو اپنے گرد اچھی طرح لپیٹتے ہوئے کہا۔

”آ نکھیں بند کر کے لیٹ جا، ڈر خود بخود بھاگ جائے گا۔ شاباش میرا بیٹا، ماں کا کہنا کتنی جلدی مانتا ہے۔“ ماں نے پچکارا تو انور آ نکھیں بند کر کے لیٹ گیا لیکن کچھ ہی دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔

”ماں! نیند نہیں آ رہی ہے۔ بابا کب آئیں گے؟“

اس کی ماں خود بے چینی سے ٹہل کر دعائیں مانگ رہی تھی۔ اتنے میں بیرونی دروازے کی کنڈی زور سے بجی۔ انور اچھل کر اپنے بستر سے نکل پڑا۔ اس کی ماں جلدی سے کمرے سے نکل گئی اور بارش میں بھٹکتی ہوئی صحن میں گئی پھر اس نے گلی کا دروازہ کھول دیا۔ انور کا بابا محمد نواز تیزی سے اندر آ گیا۔ اس نے گھوڑے کی راسیں پکڑی ہوئی تھیں۔ اس کا گھوڑا لنگڑا ہوا صحن میں آ گیا۔

”ہائے اللہ!“ انور کی ماں دھک سے رہ گئی۔ ”یہ بادل کو کیا ہوا؟ یہ لنگڑا کر کیوں چل رہا ہے؟“

گھوڑے کے اگلے ایک پیر میں پکڑا بندھا ہوا تھا۔ آسمانی بجلی کی روشنی میں کپڑے اور پیر پر سے بہتا ہوا خون صاف نظر آ رہا تھا۔

”قسمت ہی خراب ہے نیک بخت!“ نواز نے گھوڑے کو صحن میں ایک مخصوص جگہ باندھ دیا جہاں بانسوں اور چٹائی کا چھپر بنا ہوا تھا۔ بارش کا پانی چھن چھن کر گھوڑے پر گر رہا تھا۔ ”تا نکا اسٹینڈ پر میں نے تانکے میں سواری بٹھائی اور اسٹیشن لے کر چلا۔ جگہ جگہ پانی بھرا ہوا تھا۔ ایک جگہ گہرا گڑھا تھا، بادل گڑھے میں گر گیا۔ وہ تو شکر ہے کہ میں اور سواریاں بچ گئیں، ورنہ ہم لوگوں میں سے ایک آدھ کا ہاتھ پیر ٹوٹ جاتا۔ بس پتھر سے لگ کر اس کی ٹانگ میں چوٹ آ گئی ہے۔“

”اللہ خیر کرے، پھر؟“ انور کی ماں نے پریشانی کے عالم میں اسے دیکھا۔

”پھر کیا؟ اندر چل تو بیٹا تا ہوں۔“ دونوں کمرے میں آ گئے۔ انور دروازے پر ہی کھڑا تھا۔ اس نے بھی بادل کو لنگڑا تے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انور، بادل سے بہت محبت کرتا تھا۔ وہی اس کا سب سے پکا دوست تھا۔ بادل بھی انور سے بہت مانوس تھا۔

”بابا..... بابا! بادل کو کیا ہو گیا؟“ انور کا ننھا سادل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

”کچھ نہیں ہوا اور تو ابھی تک سویا نہیں؟ دیکھتا نہیں کتنی رات ہو گئی ہے۔ چل جا کر اپنے بستر پر لیٹ جا۔“ محمد نواز نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ

دیا۔

انور خاموشی سے اپنے بستر پر لیٹ گیا اور جھوٹ موٹ آنکھیں موند لیں۔ اسے چین نہیں آ رہا تھا، کیوں کہ اس کے دوست کے چوٹ لگ گئی تھی۔ اس کا باپ محمد نواز تا نگا چلاتا تھا۔ اسی سے ان لوگوں کی گزر بسر ہو رہی تھی۔ شام کو واپس آ کر خالی تا نگا گلی میں کھڑا کر دیا جاتا تھا اور بادل کو صحن میں اس جگہ چھپرے کے نیچے باندھ دیا جاتا تھا۔

”اب کیا ہوگا؟ بادل تو زخمی ہے..... کل کیا کرو گے؟“

”پہلے ہی بادل کئی دنوں سے ست ہو رہا تھا اور اب وہ زخمی بھی ہو گیا ہے۔ میں بھی کئی دن سے یہ سوچ رہا تھا کہ کوئی نیا کھڑا گھوڑا خرید لوں۔ ملک شمسو کے پاس ایک بڑا اچھا گھوڑا ہے۔ کل میں جا کر اس سے بات کرتا ہوں۔ بادل کو بیچ دوں گا۔ اپنے پاس اتنے پیسے تو جمع ہیں کہ ان پیسوں میں ملا کر نیا گھوڑا خرید سکیں۔“ محمد نواز نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔

”مگر بادل کا علاج بھی تو ہو سکتا ہے۔“ انور کی ماں نے آہستگی سے کہا۔

”اب کون اس بے کار جانور کا علاج کراتا پھرے۔“ محمد نواز نے منہ بنا کر نوالہ چباتے ہوئے کہا۔ ”بلا وجہ پیسے بھی لگاؤ، نانم الگ برباد ہوگا اور پھر فائدہ کچھ نہیں۔ ایسے کام میں ہاتھ ڈالنا فضول ہے۔“

”تو پھر کل ملک شمسو سے نیا گھوڑا خریدو گے؟“ انور کی ماں نے پوچھا۔

”اور کیا؟“ محمد نواز نے پانی کا گلاس اٹھایا اور پانی پی کر بولا۔ ”بادل کو اپنے پونے بیچ دوں گا۔“

”مگر یہ تو سوچو کہ بادل نے کتنے برس ہمارا ساتھ دیا ہے۔ اسی سے تم نے گھر کا خرچ چلایا ہے، اسی سے وہ پیسے جمع کیے ہیں۔“ انور کی ماں نے ڈرتے ڈرتے اسے سمجھانا چاہا۔

محمد نواز بھڑک اٹھا۔ ”تو تیرا کیا خیال ہے، میں اسے سینے سے لگائے رکھوں؟ اس لنگڑے گھوڑے کو بیٹھے بٹھائے چارادیتا رہوں؟ بات کرتی ہے فضول میں۔“

انور کی ماں خاموش ہو گئی اور برتن سمیٹنے لگی۔

بستر پر لیٹے ہوئے انور سب سن رہا تھا۔ اس کے دوست کو بیچ دیا جائے گا۔ اس کا بادل اس سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جائے گا۔ انور کی بند آنکھوں کے گوشوں سے آنسو چھلک پڑے۔ وہ چپکے چپکے روتا رہا۔ اس کے بابا اور ماں سو گئے۔

انور کو نیند نہیں آرہی تھی۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ انور نے لحاف ہٹا کر بابا کی طرف دیکھا، وہ بے خبر خراٹے لے رہا تھا۔ ماں بھی سو رہی تھی۔ انور نے بستر سے اتر کر پیر میں چپیلیں پہنیں اور بے قدموں صحن میں آ گیا۔ بارش کی بوندوں نے اسے گیلا کر دیا۔ سردی کے مارے انور کے دانت کلکٹانے لگے تھے۔ اس نے اپنے دوست بادل کو دیکھا۔ بادل بھی اسے دیکھ کر دھیرے دھیرے ہنہانے لگا تھا۔ وہ بھاگ بھاگ بادل کے پاس پہنچ گیا۔

”بادل میرے دوست!“ انور اس کی جھکی ہوئی گردن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ”تم جانتے ہو بابا تم کو کل بیچ کر نیا گھوڑا خرید لیں گے۔ میں اس نئے گھوڑے سے دوستی نہیں کروں گا۔ بس تم ہی میرے اچھے دوست ہو۔ بادل! تم مجھ سے دوستی تو نہیں چھوڑو گے نا؟ وعدہ کرو..... لکا وعدہ.....“ ایسا لگا کہ بادل نے اس کی بات سمجھ لی ہے، وہ کچھ اداس سا ہو گیا تھا۔

”وعدہ کرو بادل!“ انور اس سے کہہ رہا تھا۔

بادل نے ہنہنا کر سر ہلایا جیسے کہہ رہا ہو۔ ”ٹھیک ہے پکا وعدہ۔“

انور جھک کر اس کی زخمی ٹانگ دیکھنے لگا۔ کپڑا خون میں تر ہو گیا تھا اور خون ٹانگ سے بہ کر زمین پر جمع ہو رہا تھا۔

”بادل! تم فکر مت کرو، میں ابھی آیا۔“ انور تیزی سے دوسرے کمرے میں گیا اور وہاں سے ایک پرانا، مگر بڑا سا کپڑا صندوق سے نکال

لایا۔ وہ کپڑا بھی انور نے بادل کے زخمی پیر پر لپیٹ دیا۔ انور، بادل سے سرگوشیوں میں باتیں کر رہا تھا۔ بادل بھی کبھی کبھی ہنہنا کر جواب دیتا۔ چھپر سے چھن کر آنے والی بارش کے پانی نے انور کو بھی پورا گیلا کر دیا تھا۔

”انو..... اے انو.....“ اچانک انور کو ماں کی جھمی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے پلٹا، کمرے کے دروازے پر ماں کھڑی اسے بلا رہی

تھی۔ انور نے چونک کر اپنے کپڑے دیکھے، وہ گیلے ہو چکے تھے۔

”چل ادھر آ جا جلدی..... دیکھ سارا بھیگ گیا ہے۔“ ماں ہاتھ ہلا کر پکاری۔

انور نے بادل کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور سرگوشی کی۔ ”اچھا بادل! ماں بلا رہی ہے، میں چلتا ہوں۔“ ذرا نہیں، میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔

کوئی بات یاد رہے تو آواز دے لینا۔ ٹھیک ہے! آ رہا ہوں ماں!“ انور تیزی سے ماں کے پاس پہنچ گیا۔

”تیرے باپ نے دیکھ لیا تو قیامت آ جائے گی۔ دیکھ، سردی سے کیسا کانپ رہا ہے۔“ اس کی ماں فکر مند ہو کر بولی۔ ”میں یہاں کھڑی

ہوں، جلدی سے جا کر دوسرے کمرے میں کپڑے بدل کر آ جا۔“

انور نے دوسرے کمرے میں جا کر کپڑے بدلے اور پھر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔

اگلے روز محمد نواز ناشتا کر کے باہر چلا گیا۔ وہ ملک شمسو سے نیا گھوڑا خریدنے اور بادل کا سودا کرنے گیا تھا۔ بادل آج بہت اداس تھا۔

گویا اسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ جلد ہی اس گھر سے رخصت ہو جائے گا اور انور سے اس کی دوستی چھوٹ جائے گی۔

موسم بدستور ویسا ہی تھا، البتہ بارش میں کمی ہو گئی تھی۔ صبح سے ہی ہلکی ہلکی بوندیں پڑ رہی تھیں۔ رات بارش میں بھیگنے کی وجہ سے انور کو بخار

ہو گیا تھا۔ اس کی ماں بہت پریشان ہو رہی تھی، کئی گھر یلو ٹوٹکے اس پر آزمائے گئے تھے، لیکن ان ٹوٹکوں نے کوئی اثر نہیں کیا اور بخار میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

محمد نواز کا کوئی پتا نہیں تھا۔ ماں سارا دن انور کے پاس بیٹھی رہی۔ انور ضد کر کے کئی مرتبہ بادل کے پاس جا چکا تھا۔ بادل نے انور کو کم زور اور نڈھال

دیکھا تو بے چین سا ہو گیا۔ شام ہو گئی، مگر محمد نواز اب تک واپس نہیں آیا تھا۔

قصبہ پھر ویران ہو گیا تھا۔

رات ہوتے ہی موسم بچھلی رات جیسا ہو گیا۔ بارش پھر تیز ہو گئی۔ انور کا بخار بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ نیند میں

بڑبڑا رہا تھا۔ ایک ہی دن میں اس کا گلاب سا چہرہ مڑ جھا کر رہ گیا تھا۔ ”کاش میں اسے قصبہ کے حکیم صاحب کے پاس لے جاتی۔ بلا وجہ ٹوٹکوں میں

سارا وقت ضائع کر دیا۔ ہائے اللہ، اب کیا ہوگا..... مالک! میرے بچے کو جلدی ٹھیک کر دے۔ میرے چاند کا بخار اتر جائے۔“ ماں اپنے بچے کے

لیے دعائیں کرتی رہی۔

صحن میں بادل کے ہنہانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ بھی بے قرار ہو رہا تھا۔

اتنے میں گلی کی کنڈی بجی۔ انور کی ماں نے جا کر دروازہ کھولا۔ محمد نواز کمرے میں آ گیا۔ وہ جھکن کا شکار تھا۔ اس کے چہرے سے دن بھر

کی بیزار اور مایوسی ٹپک رہی تھی۔

وہ کمرے میں آ کر خود ہی بولا۔ ”سارا دن ملک شمسو کے ٹھکانے پر اس کا انتظار کرتا رہا، پر وہ ملا ہی نہیں۔ شہر گیا ہوا تھا کام سے، اب کل

پھر جاؤں گا۔“

اچانک انور غنودگی میں بڑبڑایا۔ ”بادل! تم جارہے ہو، مت جاؤ۔ دیکھو مت جاؤ۔ بابا! بادل کو مت بیچو، یہ میرا دوست ہے بابا!“

محمد نواز نے اس کی حالت دیکھی تو پریشان ہو گیا۔ فوراً اس کے پاس آ گیا۔ ”اف! اسے تو بہت تیز بخار ہو رہا ہے۔ کیا کر لیا اس نے؟ بخار کیسے ہو گیا؟ اچھا خاصا تو چھوڑ کر گیا تھا میں۔“

اس کی بیوی نے کہا۔ ”خود بخود ہو گیا۔ بس نیند میں بادل بادل کی رٹ لگائی ہوئی ہے۔“

”حکیم صاحب کے پاس لے گئی تھی اسے؟“ محمد نواز نے انور کے جلتے ہوئے ماتھے پر ہتھیلی رکھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔“ اس کی بیوی ڈرتے ڈرتے بولی۔ ”میں نے.....“

محمد نواز اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ ”گھریلو ٹوکے آزمائے ہوں گے، جانتا ہوں، جانتا ہوں تیرے ان بے کار ٹوکوں کو..... بچہ بخار میں بھن رہا ہے اور تجھے ٹوکوں کی پڑی ہے۔ میں جا رہا ہوں حکیم جی کے گھر دوا لینے۔“

محمد نواز برساتی اوڑھ کر باہر نکل گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا انور کی حالت خراب ہوتی چلی جا رہی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد محمد نواز واپس آ گیا۔ پریشانی کے مارے خود محمد نواز کی حالت خراب ہو رہی تھی۔

”کیا ہوا؟ دوائی لائی؟“ انور کی ماں تیزی سے اس کی طرف لپکی۔

”حکیم جی کے گھر تالا لگا ہوا ہے۔ نہ جانے وہ کہاں گئے ہوئے ہیں۔“ محمد نواز نے تھکے ہوئے انداز میں کہا اور انور کی چارپائی پر بیٹھ گیا اور بے بسی سے اپنے بچے کو دیکھنے لگا۔

”ساتھ والے گاؤں چلے جاؤ، وہاں بھی کئی حکیم ہیں۔ کوئی نہ کوئی تو مل ہی جائے گا۔“

انور کی ماں رونے کے قریب تھی، اس سے ٹھیک طرح بات بھی نہیں ہو رہی تھی۔

”مگر جاؤں کیسے نیک بخت! پیدل جاؤں تو آنے میں صبح ہو جائے گی اور پھر راستہ الگ خراب ہے۔“ محمد نواز نے سر جھکا لیا۔

اسی لمحے بادل زور سے ہنہانیا اور مسلسل ہنہانے لگا۔

”بادل!“ محمد نواز چونکا۔ وہ اٹھ کر دروازے پر آیا اور بادل کو دیکھنے لگا۔ بادل نے بھی شاید اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ زور زور سے اچھلنے لگا۔ اپنے زخمی پیر کو زمین پر مار رہا تھا، شاید یہ بتا رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہے اور وہ اپنے دوست کی خاطر ہر تکلیف برداشت کرنے کو تیار ہے۔

محمد نواز بادل کے پاس آیا اور اس پر ہاتھ پھیرا۔ ”بادل! تیرا دوست زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ بادل! تیری دوستی کا امتحان ہے، اس کی دوائی لانی ہے مجھے، لے چل بادل..... لے چل.....“

بادل نے منہ اٹھا کر عجیب سی آواز نکالی گویا وہ تیار تھا۔

محمد نواز نے بادل پر زین ڈالی اور پھر گھر سے نکل کر بادل برق رفتاری کے ساتھ برابر والے گاؤں کی طرف دوڑنے لگا۔ راستہ خراب تھا۔ چھوٹے بڑے کھڈے بے شمار تھے اور ان کھڈوں میں بارش کا پانی جمع ہو گیا تھا پھر اندھیرا بھی بہت زیادہ تھا۔ نواز اللہ پر بھروسہ کیا کیے ہوئے تھا۔ بادل کے پیروں میں بجلی بھری تھی۔ ایسا لگتا تھا وہ کبھی زخمی ہی نہیں ہوا۔ محمد نواز کو بھی اس کی رفتار پر حیرت ہو رہی تھی۔ آخر وہ دوسرے گاؤں میں ایک حکیم کے گھر کے آگے آ کر رک گیا۔ محمد نواز نے آگے بڑھ کر مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ خوش قسمتی سے حکیم صاحب نے ہی دروازہ کھولا۔

محمد نواز نے جلدی جلدی اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ حکیم صاحب نے غور سے سنا پھر اسے اور بادل کو اپنے چھپرے کے نیچے کھڑا کر کے اندر سے بخار کی دوا لادی۔ محمد نواز نے شکر یہ ادا کیا۔ اسے اب گھر واپس جانے کی جلدی تھی۔ اس نے حکیم صاحب کو پیسے دیے اور بادل پر سوار ہو گیا۔ اب بادل واپسی کے راستے پر تیزی سے دوڑ رہا تھا۔

گھر آنے کے بعد محمد نواز نے انور کو دوا پلا دی۔ بادل کو اس کی جگہ باندھ دیا تھا۔ دو گھنٹے بعد ہی انور کا بخار اترنے لگا۔ محمد نواز اور اس کی بیوی اپنے بیٹے کے پاس بیٹھ رہے۔ یوں ہی صبح ہو گئی۔ صبح تک انور کا بخار اتر گیا تھا، تب اس نے آنکھ کھولی۔

محمد نواز اور اس کی بیوی کے چروں پر خوشی کی لہریں دوڑ گئیں۔ دونوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

”ماں!“ انور نے باری باری انھیں دیکھا۔ ”بادل کہاں ہے؟ بابا! تم نے اسے بیچ دیا ہے نا؟“

”بادل!“ اچانک محمد نواز کو اس کا خیال آیا۔ وہ تیزی سے صحن میں آیا، اس نے بادل کو دیکھا۔ بادل لیٹا ہوا تھا، اس کے گرد خون جمع تھا،

جس میں بارش کا پانی مل گیا تھا۔ بارش کے پانی نے خون کو پھیلا دیا تھا۔ بادل کی ٹانگ کا زخم کل رات تیز بھاگنے کی وجہ سے بہت بڑھ گیا تھا اور خون رات سے ہی مسلسل بہ رہا تھا۔ بادل کی آنکھیں بند تھیں۔ محمد نواز کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ زور زور سے بادل کو پکارتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور اسے کو جھنجھوڑنے لگا۔

”بادل..... بادل! آنکھیں کھولو..... بادل! دیکھو، تمہارا دوست ٹھیک ہو گیا ہے۔ یا اللہ، مجھے معاف کر دے۔ مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی۔

میں نے اس بے زبان کو پہچاننے میں دیر کی۔“

محمد نواز روتا رہا۔ اس کی آواز سن کر انور اور اس کی ماں بھی وہاں آ گئے۔ انور بھی بادل کو دیکھ کر رونے لگا۔ وہ اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

ہوئے بول رہا تھا۔

”بادل.....! دیکھو..... میں تمہارا دوست..... انور..... آنکھیں کھولو..... بادل! اٹھ جاؤ۔ دیکھو میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔ میں نے دوا پی لی

ہے..... اگر تم نے آنکھیں نہیں کھولیں تو میں دوبارہ بیمار پڑ جاؤں گا اور تم سے بات بھی نہیں کروں گا۔“

اللہ کی مرضی ہوئی اور بادل نے آنکھیں کھول کر سر اٹھایا۔ انور دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر روتا ہوا تھا۔ محمد نواز اور اس کی بیوی بادل کو ٹھیک

دیکھ کر ایک دم خوش ہو گئے۔ بادل نے اپنا منہ انور کے کان کے قریب کیا اور دھیمی آواز میں جہنمایا۔

انور نے جلدی سے آنکھیں کھول کر دیکھا اور بادل کو ٹھیک دیکھ کر اس کے منہ سے خوشی کے مارے چیخ نکل گئی۔

”بادل!“ وہ خوشی سے بے قابو ہو کر بادل کے گلے لگ گیا۔ ”بادل! مجھے چھوڑ کر مت جانا..... تم میرے سب سے پکے دوست ہو.....

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

نہیں جاؤ گے نا؟ وعدہ کرو.....“

”وعدہ.....“ محمد نواز نے بیٹھ کر انور کو گلے لگا لیا اور بادل کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ”میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا دوست کہیں نہیں جائے گا

اور میں اس کا علاج بھی کراؤں گا۔ تمہارا دوست تو بہت اچھا ہے، اس نے اپنی دوستی خوب نبھائی ہے۔“

”بابا!“ انور باپ سے چٹ گیا۔

انور کی ماں کی آنکھوں میں بھی خوشی کے آنسو تیر رہے تھے۔



چالاک خرگوش

http://kitaabghar.com

http://kitaabghar.com

چالاک خرگوش مشہور اردو افسانہ نگار کرشن چندر کی لکھی ہوئی ننھے منے بچوں کے لیے طویل، اور اخلاقی کہانی ہے۔

جسمیں جانوروں کے کرداروں کی مدد سے سبق آموز باتیں سکھائی گئی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے حصوں پر مشتمل یہ طویل کہانی کتاب گھر

کتاب گھر کی پیشکش

کے بچوں کے ادب (بزم اطفال) سیکشن میں پڑھی جاسکتی ہے۔